Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

وہ پیتل کا دیا

مہتاب خان

مکان خریدنے سے پہلے اُس کی جانچ پڑتال کرنے والے اُس نوجوان کا قصہ عجب

جو اُس گھر کے آسیب کا شکار ہو چلا تھا

میرا نام فیصل ہے اور میرا تعلق ضلع بہاولپور کے نزدیک واقع ایک گاؤں بستی سہانوالہ سے ہے۔ یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب میں روزگار کی خاطر کراچی آیا تھا۔ میری طرح ہزاروں نوجوان اپنے علاقوں میں روزگار نہ ہونے کی وجہ سے بڑے شہروں کا رخ کرتے ہیں اور دوہری مشقت میں پستے ہیں۔ ایک طرف روزگار کی مشقت اور دوسری طرف اپنے گھر اور گھر والوں کی دوری برداشت کرتے ہیں۔

کراچی آنے کے بعد مجھے سائیٹ ایریا میں واقع ایک گارمنٹ فیکٹری میں جاب مل گئی تھی۔ فیکٹری آنے جانے میں دقت نہ ہو، یہ سوچ کر میں نے فیکٹری کے قریب ہی رہائش کے لیے جگہ تلاش کرنی شروع کردی تھی۔ میری فیکٹری سے قریب ترین رہائشی علاقہ میٹروول تھا۔ اس علاقے کے شروع میں کچے پکے مکانوں پر مشتمل زیادہ تر ہمارے جفاکش پٹھانوں کی ایک گنجان آبادی ہے جو آگے بنارس تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں زیادہ تر مزدور طبقے کے لوگ رہتے ہیں۔ ذرا آگے بڑھیں اور خیبر گیٹ سے داخل ہوں تو آگے متوسط طبقے کی آبادی ہے۔

میں جس وقت کا ذکر کررہا ہوں اس وقت یہ جگہ اتنی گنجان آباد نہیں تھی نہ ہی یہ خیبر گیٹ بنا تھا، بہرحال اسی گیٹ کے ساتھ دائیں جانب پہلی گلی میں مجھے رہائش کے لیے ایک کمرہ باتھ روم کے ساتھ مناسب کرائے پر مل گیا تھا۔

میرے گھر کے برابر میں ایک فیملی رہتی تھی جو تین افراد پر مشتمل تھی۔ دو بیٹے اور ایک ان کی والدہ۔ یہ ایک بڑا نیک اور دیندار گھرانہ تھا۔ بڑے لڑکے کا نام سفیان اور چھوٹے کا نام نعمان تھا۔ نعمان میرا ہم عمر تھا لہٰذا بہت جلد میری اس سے اچھی دوستی ہوگئی تھی۔ ان کی امی محلے کے بچوں کو قرآن پاک پڑھایا کرتی تھیں۔ بڑی نیک اور خدا ترس خاتون تھیں۔ ان دونوں بھائیوں نے بھی قرآن پاک حفظ کیا ہوا تھا۔ بڑا بھائی سفیان کسی اچھی فرم میں جاب کرتا تھا جب کہ نعمان ان دنوں گریجویشن کررہا تھا۔

نعمان سے دوستی ہوئی تو کبھی کبھار میں ان کے گھر بھی جانے لگا یا کبھی نعمان میری طرف آجاتا تھا۔ نعمان کی امی جنہیں میں آنٹی کہتا تھا اکثر میرے لیے کھانا بھیج دیتی تھیں۔ یوں مجھے گھر کا پکا ہوا کھانا میسر

www.urdupalace.com

آجاتا تھا جو اس وقت میرے لیے کسی نعمت سے کم نہیں ہوتا تھا۔ نعمان کا گھرانہ بھی میری طرح کرائے کے گھر میں رہ رہا تھا۔ سفیان بھائی چاہتے تھے کہ اب اپنا گھر خرید لیا جائے۔ کچھ جمع پونجی آنٹی کے پاس تھی اور کچھ پیسوں کا انتظام سفیان بھائی نے آفس سے لون لے کر کر لیا تھا۔ وہ سستا زمانہ تھا، مکان کی قیمتیں ابھی آسمان پر نہیں پہنچی تھیں۔ سفیان بھائی نے اسٹیٹ ایجنٹ کو کہہ رکھا تھا کہ اس کو بجٹ کے مطابق اگر کوئی گھر ملے تو انہیں بتا دے۔

اسٹیٹ ایجنٹ نے ہفتے بھر میں ہی ان کے لیے گھر ڈھونڈ لیا تھا۔ یہ گھر ہماری ہی گلی میں واقع تھا۔ ہماری گلی کافی طویل ہے اور آگے جا کر یہ ایک چھوٹے سے قبرستان سے جا ملتی ہے۔ وہ گھر نعمان کی فیملی کے بجٹ کے مطابق اور اچھا بنا ہوا تھا مگر قباحت یہ تھی کہ وہ قبرستان کے سامنے واقع تھا۔

میں اس شام نعمان کے گھر گیا تو آنٹی نے بتایا کہ گھر بہت اچھا بنا ہوا ہے۔ وہ اور نعمان آج ہی وہ مکان دیکھ کر آئے تھے۔ تین کمروں پر مشتمل یہ مکان ان کی فیملی کے لیے کافی تھا۔ ایک فاضل کمرہ مکان کی چھت پر بھی بنا ہوا تھا۔ آنٹی نے مجھ سے کہا کہ فیصل بیٹا اگر ہم نے وہ خرید لیا تو اوپر والا کمرہ تم لے لینا۔

''میں بھی خوش ہو گیا۔

''ٹھیک ہے آنٹی جو کرایہ میں ابھی مالک مکان کو دیتا ہوں وہ آپ کو دیا کروں گا۔''

انہوں نے مجھے پیار بھری ڈانٹ پلائی اور کہا کہ ''تمہارا کرایہ بچانے کے لیے تو تمہیں یہ پیشکش کی ہے۔''

بہر حال نعمان اور آنٹی کو وہ مکان پسند آ گیا تھا اور مکان کی چابی نعمان اپنے ساتھ لے آیا تھا کہ شام کو سفیان بھی مکان دیکھ لے تو پھر خریدنے کی بات کی

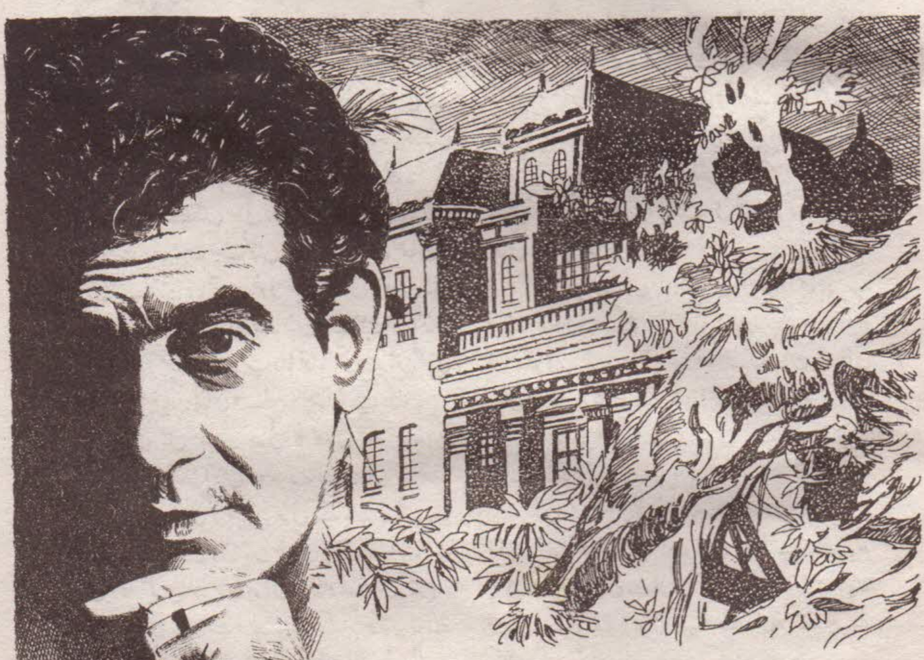

www.urdupalace.com

جائے۔ اتنے میں سفیان بھائی بھی آ گئے۔ انہوں نے مکان کی چابی یہ کہہ کر نعمان سے لے لی کہ آج تو وہ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ کل شام وہ دفتر سے واپسی پر مکان دیکھتے ہوئے آئیں گے۔

یہ دوسرے دن کی بات ہے۔ رات کے کوئی بارہ بجے تھے، میں گہری نیند میں تھا کہ اچانک دروازہ زور سے بجانے کی تیز آواز سے میری نیند ٹوٹی تھی۔ میں نے وال کلاک کی طرف دیکھا تو بارہ بج رہے تھے۔ یا اللہ خیر اتنی رات گئے کون ہو سکتا ہے۔ کیا افتاد پڑی ہے۔ یہ سوچتے ہوئے میں اٹھ بیٹھا اور تیزی سے دروازہ کھولنے بڑھا۔ جیسے ہی دروازہ کھولا سامنے حواس باختہ نعمان کھڑا تھا۔ وہ بے حد گھبرایا ہوا تھا۔ وہ جلدی سے بولا۔

''فیصل جلدی سے میرے ساتھ چلو، سفیان بھائی کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ وہ مکان دیکھنے گئے تھے اور ابھی گھر پہنچے ہیں، آتے ہی چلانے لگے۔ مجھے بچالو، مجھے بچالو۔ پھر گر کر بے ہوش ہو گئے۔''

میں نے جلدی سے دروازے کو تالا لگایا اور نعمان کے ساتھ ان کے گھر آ گیا۔ سفیان بھائی کو نعمان نے برآمدے میں پڑی ہوئی چارپائی پر لٹا دیا تھا۔ وہ ہوش و حواس سے بیگانہ بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔ آنٹی شاید اندر کمرے میں سوئی ہوئی تھیں۔ ہم نے انہیں اس وقت اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ میں نے نعمان کو ٹیکسی لانے بھیج دیا تھا اور خود سفیان بھائی کو ہوش میں لانے کے جتن کرنے لگا تھا۔ میں نے جیسے ہی انہیں چھوا ان کا جسم بخار میں تپ رہا تھا۔ اتنی دیر میں ٹیکسی آ گئی۔ ہم سفیان بھائی کو لے کر اسپتال چلے گئے۔

اسپتال میں سفیان بھائی کا فوراً طور پر علاج شروع ہو گیا تھا۔ انہیں دوسرے دن ہوش آیا تھا۔ نعمان نے صبح آنٹی کو سفیان بھائی کے بارے میں بتایا تھا جب سے وہ اسپتال میں سفیان بھائی کے سرہانے بیٹھی دعائیں پڑھ پڑھ کر ان پر پھونک رہی تھیں۔ جوان بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر ان کے آنسو نہیں رکتے تھے۔ سفیان بھائی کو جیسے ہی ہوش آیا وہ چلانے لگے۔

''بچاؤ بچاؤ، خدا کے لیے میری مدد کرو۔'' [illegible] کی

چیخ و پکار سن کر ڈاکٹر صاحب آ گئے اور ہمیں کمرے سے باہر بھیج کر ان کا معائنہ کرنے لگے۔ بعد میں نعمان کے استفسار پر ڈاکٹر نے بتایا کہ سفیان بھائی کسی چیز سے ڈر گئے ہیں۔ جب ان کا یہ خوف دور ہو جائے گا تو وہ نارمل ہو جائیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے اس لیے ان سے زیادہ بات نہ کی جائے۔

سفیان بھائی اسپتال میں تقریباً ایک ہفتہ ایڈمٹ رہے تھے۔ اس دوران آنٹی اور نعمان بہت پریشان رہے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی حالت بہتر ہوتی چلی گئی۔ آنٹی نے بھی سکھ کا سانس لیا۔ آخر کار انہیں اسپتال سے چھٹی مل گئی اور وہ گھر آ گئے۔ وہ بالکل نارمل ہو چکے تھے لیکن ابھی انہوں نے آفس جوائن نہیں کیا تھا۔ آفس سے انہیں میڈیکل لیو مل گئی تھی۔

☆......☆

اس شام میں نعمان کے گھر گیا تھا۔ سفیان بھائی بڑے خوشگوار موڈ میں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ہم سب نے رات کا کھانا اکٹھے کھایا تھا۔ نماز کے بعد آنٹی ہم تینوں کے لیے چائے بنا کر لے آئی تھیں اور خود سونے چلی گئیں۔ دوسرے دن اتوار تھا اس لیے مجھے بھی گھر جانے کی جلدی نہیں تھی۔ ہم ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے۔ اچانک ہی نعمان نے سفیان بھائی سے پوچھا۔

''بھائی جان! اس دن ایسا کیا واقعہ ہوا تھا جو آپ اتنے خوفزدہ ہو گئے تھے؟'' نعمان نے ان سے ڈرتے ڈرتے یہ سوال کیا تھا کہ کہیں ان کی ذہنی کیفیت پھر نہ بگڑ جائے لیکن اس کے اس خیال کے برعکس سفیان بھائی نے اطمینان سے چائے پیتے ہوئے کہا۔

''میں اس سوال کی توقع بہت پہلے کر رہا تھا۔''

''آپ کی حالت کے پیش نظر آپ سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔'' میں نے جواب دیا۔ انہوں نے چائے کا خالی کپ ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا۔

''جیسا کہ تم لوگ جانتے ہو میں ڈرپوک یا بزدل

www.urdupalace.com

بالکل بھی نہیں ہوں مگر اس رات اتنے عجیب و غریب واقعات میرے ساتھ پیش آئے کہ میں ٹوٹ کر رہ گیا۔ ہوا یوں کہ اس دن آفس سے نکلتے ہوئے مجھے دیر ہو گئی تھی۔ اس مکان پر پہنچتے پہنچتے مجھے رات کے آٹھ بج گئے تھے۔ چاروں طرف تاریکی چھا گئی تھی۔ میں نے ٹارچ اپنے ساتھ رکھی ہوئی تھی اور سوچا تھا کہ مکان کا سرسری جائزہ لے کر جلدی گھر واپس چلا جاؤں گا۔ امی اور نعمان نے تو مکان پسند کر ہی لیا تھا۔ نعمان نے مجھے بتایا تھا کہ اس مکان کا مالک برابر والے گھر میں ہی رہتا ہے۔ میں نے سوچا تھا مکان کا جائزہ لے کر میں واپس جاتے ہوئے ان سے بھی مل لوں گا۔''

''لیکن بھائی مالک مکان کے برابر تو......'' نعمان نے ان کی بات کاٹی۔

''مجھے پورا واقعہ سنانے دو پھر بتانا'' انہوں نے گہری سانس لی اور پھر کہنا شروع کیا۔

''میں اس مکان کے دروازے پر پہنچا تو وہاں ایک مضبوط تالا لگا ہوا تھا۔ جیسے ہی میں نے تالا کھولا تو مجھے عجیب سی بے چینی محسوس ہونے لگی تھی۔ میں اندر داخل ہوا وہاں اتنا گہرا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نے ٹارچ جلائی اور اس کی روشنی میں اطراف کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ در و دیوار اور فرش مٹی سے اٹے ہوئے تھے جگہ جگہ مکڑیوں نے جالے تانے ہوئے تھے۔ میں جس کمرے میں اس وقت کھڑا تھا وہاں دیوار کے ساتھ دائیں طرف کونے میں سیاہ لکڑی کی بنی ہوئی الماری رکھی تھی۔ اس الماری پر کچھ نقش و نگار بھی بنے ہوئے تھے جو ایک عرصہ گزرنے کی وجہ سے پھیکے پڑ گئے تھے۔ الماری کا ایک دروازہ کھلا ہوا تھا اور ان میں کپڑے رکھے ہوئے نظر آرہے تھے۔ میں حیران تھا، میری اطلاع کے مطابق یہ مکان بالکل خالی تھا لیکن سامان کی موجودگی یہاں کسی کے رہنے کا پتا دے رہی تھی۔ میں بے حد حیران ہوا۔ بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اس کمرے میں برسوں سے کوئی نہیں آیا۔ میں نے ٹارچ کی روشنی ذرا گھمائی تو ایک سمت میں لکڑی کا دروازہ نظر آیا جو شاید دوسرے کمرے میں کھلتا تھا۔ ہر شے پر مٹی کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ میں اس کمرے میں داخل ہوا۔ یہاں بھی ایک کونے میں ویسی ہی لکڑی کی الماری اور کمرے کے وسط میں بھاری میز رکھی ہوئی تھی جس کے گرد کچھ کرسیاں بھی رکھی تھیں۔

میں نے ٹارچ کی روشنی ذرا اوپر گھمائی تو بری طرح اچھل پڑا۔ مجھے محسوس ہوا تھا کہ کرسی پر کوئی بیٹھا ہوا تھا۔ چند لمحوں تک میں ساکت ہو کر رہ گیا تھا اور میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ میں نے قریب جا کر ٹارچ کی روشنی میں بغور کرسیوں کا جائزہ لیا تو وہ خالی پڑی تھیں اور ان پر مٹی جمی ہوئی تھی جیسے برسوں سے انہیں کسی نے ہاتھ بھی نہ لگایا ہو۔ میں نے اس انسانی ہیولے کو اپنا وہم سمجھا۔ اس کمرے کا ماحول چکرا دینے والا تھا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو چیخیں مارتا ہوا بھاگ کھڑا ہوتا۔ یہاں کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ کمرے کی حالت بتا رہی تھی کہ برسوں سے یہاں کسی نے قدم نہیں رکھا ہے۔ مکان کا مالک اسے بیچنا چاہتا تھا۔ خریدار اسے آکر دیکھتے ہوں گے۔ کیا اتنے عرصے میں مکان کا مالک بھی یہاں نہیں آیا۔ اس قسم کے بہت سے سوال میرے ذہن میں آرہے تھے مگر میں کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ حالات جو بھی تھے میری سمجھ سے بالاتر تھے۔

میرے دل میں تجسس پیدا ہو گیا تھا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اس گھر کو پورا دیکھوں گا۔ کم از کم اتنا تو پتا چل جاتا کہ مکان خالی ہے یا اس میں کوئی رہ رہا ہے اور یہ سامان کس کا ہے۔ میں دبے قدموں اندر کی جانب بڑھا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہ جگہ آسیب زدہ ہے اور یہاں آکر میں بہت بڑی مصیبت میں پھنس جاؤں گا تو میں یہاں کبھی قدم بھی نہیں رکھتا۔ لیکن ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے۔

اندرونی دروازہ بند نہیں تھا۔ میں نے کھولنے کے لیے جیسے ہی اس پر ہاتھ رکھا وہ بھاری دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ جیسے میرے ہاتھ لگانے کا ہی منتظر ہو۔ جیسے ہی دروازہ خود بخود کھلنے لگا میں گھبرا کر دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا۔ خوف کی سرد لہر میرے پورے جسم میں دوڑ گئی لیکن چند ہی منٹ

www.urdupalace.com

میں میں نے اپنے خوف پر قابو پالیا۔ اندر مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں اندر داخل ہوگیا۔ وہ دروازہ ایک راہداری میں کھلتا تھا۔ میں وہ مختصر راہداری عبور کرنے لگا۔ راہداری ختم ہوئی تو میں نے خود کو برآمدے میں کھڑا پایا۔ برآمدے میں دائیں ہاتھ پر لکڑی کا ایک زینہ اوپر کی طرف جارہا تھا۔ زینے کے ساتھ ایک کمرا تھا۔

راہداری اور کمروں میں حشرات الارض نے رہائش اختیار کی ہوئی تھی۔ میرا تجسس بڑھتا جارہا تھا۔ چند لمحے میں اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھنے لگا۔ میرے دماغ پر خوف طاری تھا۔ اس میں اب اور اضافہ ہوگیا تھا۔ جوں جوں میں آگے بڑھ رہا تھا خوف کی لہریں میرے رگ و پے میں سرایت کرتی جارہی تھیں۔ عجیب ویران عمارت تھی۔ اس کے در و دیوار سے خوف و دہشت کی لہریں نکل رہی تھیں۔ میں حیران تھا، امی اور نعمان نے اس گھر میں کیا دیکھا تھا جو وہ اس قدر تعریفیں کررہے تھے۔

''بھائی جان! ہم نے جو مکان دیکھا تھا وہ ہرگز ایسا نہیں تھا۔'' نعمان جھٹ بولا۔

''سفیان بھائی! آپ آگے سنائیں، پھر کیا ہوا۔'' میں نے تجسس بھرے لہجے میں انہیں ٹوکا۔ انہوں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

زینے کے قریب جو کمرا بنا تھا اس کا دروازہ بند تھا۔ ایک بار تو دل چاہا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ اس پراسرار مکان سے دور بھاگ جاؤں لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے خود کو سنبھالا اور تسلی دی کہ تم ایک بہادر اور دلیر انسان ہو۔ تم نے حالات سے بھی ڈرنا اور بھاگنا نہیں سیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سوچ نے میرے دل کو بہت ڈھارس بندھائی اور مجھ میں ایک نیا جوش پیدا کردیا۔ میں نے سوچ لیا کہ اب پورے مکان کا جائزہ لے کر میں یہاں سے جاؤں گا۔

یہ سوچ کر میں ایک نئے حوصلے سے آگے بڑھا۔ میں اب تک یہ نہیں سمجھا تھا کہ یہ جگہ آسیب زدہ ہے۔ دراصل میں بہت مضبوط اعصاب کا مالک ہوں۔ میں [illegible] اچانک مجھے کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے پشت کی طرف سے مجھے کوئی دیکھ رہا ہے۔ میں ایک لمحے کے لیے بدحواس ہوگیا۔ مگر دوسرے ہی لمحے میں نے تیزی سے پیچھے مڑ کر دیکھا لیکن وہاں ویرانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ مگر مجھے نہ جانے کیوں یہ یقین سا ہوگیا کہ کوئی ایسی نادیدہ ہستی یہاں تھی جو میرا جائزہ لے رہی تھی۔ میری چھٹی حس کسی نادیدہ خطرے کا اعلان کررہی تھی۔

میں نے ایک بار پھر اطراف کا جائزہ لیا۔ پوری عمارت پر اعصاب شکن سناٹا چھایا ہوا تھا کہ اچانک ایک ہولناک چیخ مکان میں گونجی۔ میں بری طرح اچھل پڑا۔ چیخ کی آواز اوپر کسی کمرے سے بلند ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ آواز سسکیوں میں تبدیل ہوگئی۔ یہ آواز کسی عورت کی تھی۔

ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز مجھے اب بھی سنائی دے رہی تھی۔ پہلا خیال جو میرے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ مجھے فوراً یہاں سے دور بھاگ جانا چاہیے۔ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے میں مڑا ہی تھا کہ ایک خیال میرے ذہن میں کوندا کہ ہوسکتا ہے مکان خالی دیکھ کر کوئی شیطان فطرت انسان اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے یہاں آیا ہو۔ میں حیران تھا کہ چیخ کی آواز خاصی بلند تھی۔ آس پاس کے رہنے والوں کو وہ چیخ سنائی کیوں نہیں دی تھی۔ رات کے سناٹے میں تو اس کی آواز دور دور تک سنی گئی ہوگی۔ پھر آخر کوئی یہاں کیوں نہیں آیا؟

بہرحال سب کچھ بھی ہو، میں اتنا بزدل اور کمزور بھی نہیں تھا کہ ایک مظلوم لڑکی کی مدد بھی نہ کرسکوں۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ چیخ کی آواز دوبارہ گونجی۔ میں آگے بڑھنے لگا۔ میرا رخ زینے کی جانب تھا جہاں سے سسکیوں کی آوازیں اب بھی آرہی تھیں۔ میں نہایت چوکنا انداز میں سیڑھیاں طے کررہا تھا۔ مجھے ہر پل یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں میری موجودگی سے وہ شخص واقف نہ ہوجائے۔

سیڑھیاں طے کرکے جیسے ہی میں آگے بڑھا تو وہ آوازیں یک بیک بند ہوگئیں۔ اوپر ایک کمرا تھا جس کا دروازہ [illegible] تھا۔ میں ٹارچ روشن کیے کمرے کی

www.urdupalace.com

طرف بڑھا۔

اس وقت میں نے خود کو ہر طرح کے حالات کے لیے تیار کرلیا تھا۔ میں نے بند دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ میں نے دروازے سے اندر جھانکا تو حیرت کا ایک اور شدید جھٹکا لگا۔ وہ کمرا بالکل خالی تھا۔ کمرے کے ایک کونے میں مسہری رکھی تھی اور مسہری کے پاس ایک چھوٹی سی میز رکھی تھی۔ یہ بھی حیران کن بات تھی کہ اس عمارت میں اب تک جتنی بھی چیزیں نظر آئیں وہ سب کی سب بے حد قدیم تھیں۔

میں کمرے میں داخل ہوا اور ایک ایک چیز کا بغور جائزہ لینے لگا۔ اس بات نے مجھے حیرت زدہ کردیا کہ کمرے میں صدیوں کی گرد جمع تھی۔ فرش پر بھی مٹی کی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ اوپر نیچے درودیوار پر مکڑیوں نے جالے تان دیئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کمرے میں صدیوں سے کسی نے قدم نہ رکھا ہو۔ میز پر ایک پیتل کا چھوٹا سا دیا بھی رکھا تھا اور اس پر بھی مٹی جمی ہوئی تھی۔ چیخ اور سسکیوں کی آواز مجھے اسی سمت سے آئی تھی۔ میں حیران تھا اگر کوئی یہاں آیا تھا تو اس کے قدموں کے نشان تو ہونے چاہیے تھے۔ حیرت سے میرے قدم زمین میں گڑ گئے اور میرا ذہن بے شمار خیالات کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ اگر کوئی یہاں نہیں آیا تو پھر چیخوں کی وہ آوازیں کہاں سے آئی تھیں۔ میرا ذہن کام نہیں کررہا تھا۔ میرے اعصاب جواب دے گئے تھے اور دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

اچانک مجھے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی پیچھے سے مجھے گھور رہا ہے۔ میں ایک دم پیچھے گھوما لیکن کمرے میں ہولناک ویرانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے جونہی دروازے کی سمت دیکھا تو اپنی جگہ منجمد ہوکر رہ گیا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ لکڑی کا وہ بھاری دروازہ چرچراہٹ کی بھیانک آواز کے ساتھ آپ ہی آپ بند ہوتا جارہا تھا۔ اس وقت میرے جسم کا خون جیسے خشک ہوگیا تھا۔ جب دروازہ ایک دھماکے سے بند ہوا تو مجھے اچانک جیسے ہوش آگیا۔ میں بھاگتا ہوا دروازے تک پہنچا اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا مگر بے سود۔ یوں لگتا تھا جیسے دروازہ کسی نے باہر سے بند کردیا ہو۔ لیکن میں دروازے کو خود بخود بند ہوتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ اب تو میں بری طرح گھبرا گیا۔ اب شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی کہ مکان آسیب زدہ ہے۔ آسیب کا خیال آتے ہی میری پیشانی پسینے سے تر ہوگئی۔ بچپن میں سنی ہوئی جن بھوتوں اور بدروحوں کی بیسیوں کہانیاں مجھے یاد آگئیں اور بے اختیار میرے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔

اب مجھے اپنی غلطی کا شدید احساس ہورہا تھا۔ مجھے تنہا یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ مجھے یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی تھی لیکن کس طرح؟ میں نے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی، سامنے دیوار میں ایک کھڑکی تھی جو اس عمارت کے عقب میں کھلتی تھی۔ میں بے اختیار کھڑکی کے پاس پہنچا۔ میں باہر سے کسی کو مدد کے لیے بلانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے کھولا، باہر کچھ لوگ گلی میں ادھر سے ادھر جاتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ میں نے چیخ چیخ کر انہیں مدد کے لیے پکارا مگر کسی نے میری آواز پر توجہ نہیں دی۔ چیختے چیختے میرا گلا سوکھ گیا تھا اور حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔ مجھے اس وقت شدید پیاس بھی محسوس ہورہی تھی۔

کھڑکی کا فاصلہ نیچے سے کوئی تیس فٹ تھا۔ یہاں سے نیچے بغیر کسی مدد کے اترنا ناممکن تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ لوگوں کو نہ میں دکھائی دے رہا ہوں اور نہ ہی انہیں میری آواز سنائی دے رہی ہے۔ میں وہاں بے بس کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔ معاً میری نظریں فرش پر پڑی اور میں چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ منظر تھا ہی اتنا انوکھا اور حیرت انگیز۔ میں دیکھ رہا تھا کہ مجھ سے دوفٹ کے فاصلے پر فرش کی مٹی پر پراسرار انسانی قدموں کے نشان بنتے چلے جارہے تھے۔ یوں جیسے کوئی نادیدہ ہستی فرش پر چل رہی ہو۔ مجھے وہاں کوئی انسان نظر نہیں آرہا تھا، کمرا بالکل خالی تھا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ نشان دروازے تک پہنچے۔ اچانک دروازہ کھلا جیسے کسی نادیدہ ہاتھ نے اسے کھولا ہو اور وہ نشانات باہر نکلتے چلے گئے۔ میرے لیے یہ سنہری موقع تھا۔ میں تیزی سے بھاگتا ہوا دروازے

www.urdupalace.com

کے قریب پہنچا تھا کہ دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہو گیا اور میں اپنے ہی زور سے دروازے سے ٹکرا کر نیچے گر گیا۔

پہلے جب لوگ آسیب یا بدروحوں کی باتیں کیا کرتے تھے تو میں ان پر ہنسا کرتا تھا لیکن اب جب کہ خود میرا ان سے رابطہ پڑا تو پتا چلا کہ آسیب کیا چیز ہوتے ہیں۔ آج کی رات جو مجھ پر گزر رہی تھی اس کا ایک ایک لمحہ میرے لیے ناقابل بیان تھا۔ اس بھاگ دوڑ نے مجھے بری طرح تھکا دیا تھا۔ بھوک، پیاس اور خوف و دہشت نے میرے جسم سے ساری طاقت نچوڑ لی تھی۔

مجھے حیرت تھی کہ اتنے آباد علاقے میں یہ جادو نگری موجود تھی لیکن آس پاس کے رہنے والے اس سے ناواقف تھے۔ اچانک دروازے کی چرچراہٹ سے میں چونکا۔ دروازہ خود بخود کھل گیا تھا۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ باہر کی سمت دوڑ لگا دی۔ میں بے اختیار بھاگتا ہوا زینے تک پہنچا تو جیسے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ ہوش و حواس ایک لمحے کے لیے مختل ہو گئے۔ زینے کی درمیانی سیڑھیوں پر ایک خونخوار سیاہ بلا کھڑا میری طرف خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے۔

اچانک اس بلے کے چہرے پر مجھے مسکراہٹ نظر آئی۔ میں نے ہزاروں بار انسانوں کو مسکراتے تو دیکھا تھا مگر کسی خونخوار بلے کو مسکراتے میں پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ یقین جانو اس بلے کی مسکراہٹ اتنی حیرت انگیز اور خوفناک تھی کہ میری سانسیں رکنے لگیں۔ میں پتھر کا بت بنا اسے گھورے جا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں کھڑے ہوئے مجھے صدیاں نزر گئی ہوں۔

اچانک بلا خوفناک غراہٹ کے ساتھ مجھ پر حملہ آور ہوا تو جیسے مجھے ہوش آ گیا۔ میں واپس اسی کمرے کی طرف بھاگا۔ خونخوار بلے کا پنجہ میری ٹانگ پر پڑا تھا اور میری پینٹ کا پائنچہ لے اڑا تھا۔ میں نے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر دیا۔ میں دونوں ہاتھ دروازے پر رکھے ہانپ رہا تھا۔ وہ بند دروازے پر پنجے مار رہا تھا اور میں [illegible] سوچ رہا تھا میری

قوت مدافعت کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ اس وقت موت نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ میں اس دہشت ناک صورت حال کا مقابلہ زیادہ دیر نہیں کر سکتا تھا۔ پنجے مارنے کی آواز اب بند ہو گئی تھی اور مکمل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میں تیزی سے میز کی طرف گیا اور پیتل کا وہ دیا اٹھا لیا کہ اب بلے سے سامنا ہوا تو اس کے سر پر دے ماروں گا۔ میں دوبارہ کھڑکی تک گیا اور ہذیانی انداز میں مدد کے لیے چیخنے لگا۔ ’’بچاؤ، بچاؤ، ارے کوئی ہے۔ بچاؤ۔‘‘

یہاں تک پہنچ کر سفیان بھائی رک گئے۔ جذبات سے ان کی آواز لرز رہی تھی۔ میں اور نعمان حیرت زدہ ان کی آپ بیتی سن رہے تھے۔ سفیان بھائی کی آنکھیں سرخ تھیں اور ان کے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ انہوں نے پانی مانگا۔ نعمان پانی کی بوتل اور گلاس لے کر آیا تو دو تین گلاس پانی پی کر ان کی حالت کچھ اعتدال پر آئی۔ چند لمحے خاموش رہ کر انہوں نے پھر کہنا شروع کیا۔

’’میں انسانوں سے تو مقابلہ کر سکتا تھا مگر مافوق الفطرت ہستیوں سے مقابلہ کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ اس آسیب زدہ مکان میں میرا ایک ایک پل مجھے صدی جیسا لگ رہا تھا مصیبت کے ایسے لمحات میں ہر انسان کو خدا ہی یاد آتا ہے۔ خودغرض انسان کو جب کوئی فکر اور پریشانی نہیں ہوتی تو وہ بھول کر بھی خدا کو یاد نہیں کرتا مگر جب برا وقت آتا ہے تو وہ خدا کو یاد کرتا ہے۔ یہی اس وقت میرا بھی حال تھا۔ میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ سے دعا مانگنے لگا اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی۔ اس سے میری وحشت میں نمایاں کمی آئی اور دل کو ڈھارس ہوئی۔

اسی وقت ایک تیس پینتیس سالہ شخص کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ میں اسے دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا۔

’’ارے ڈرو نہیں، میں تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں، تم کافی دیر سے آوازیں دے رہے تھے۔‘‘ اس نے اندر آتے [illegible] مجھے تسلی دی۔

www.urdupalace.com

’’خدا کے لیے مجھے یہاں سے باہر نکالیں! میں یہاں آکر پھنس گیا ہوں۔ یہاں عجیب و غریب حالات ہیں۔ میں نہ جانے کتنے گھنٹوں سے یہاں بھٹک رہا ہوں۔‘‘

’’آپ اطمینان سے بیٹھیں، یہ پانی پئیں۔‘‘ اس نے ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس مجھے تھمایا اور کہا۔ ’’اپنی حالت دیکھیں، خوف سے آپ کا کیا حال ہو گیا ہے۔ وہ تو اچھا ہوا بیرونی دروازہ کھلا دیکھ کر اور آپ کی آوازیں سن کر میں اندر آ گیا۔ میں یہاں نزدیک ہی رہتا ہوں۔‘‘ ہم اسی مسہری پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

’’آپ کو کس نے یہاں آنے کا مشورہ دیا تھا؟‘‘

’’ہمارا یہ مکان خریدنے کا ارادہ تھا۔‘‘

’’یہ جگہ کیسے بِک سکتی ہے۔ یہ تو ایک آسیبی آماجگاہ ہے۔‘‘

’’آپ یہ سب کیسے جانتے ہیں؟‘‘ میرا خوف اب کافی حد تک دور ہو گیا تھا۔

’’میں بہت عرصے سے یہاں رہ رہا ہوں اور اس جگہ کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔‘‘

’’کیا جانتے ہیں؟‘‘ میری تجسس کی حس پھر بیدار ہو گئی تھی۔

’’اس جگہ بدروحوں کا قبضہ ہے۔ ہوا یوں کہ اس مکان میں ایک پولیس انسپکٹر اپنی بیوی اور چار سالہ بیٹے کے ساتھ رہتا تھا۔ اس علاقے میں اس کی نئی نئی پوسٹنگ ہوئی تھی۔ اس نے یہ مکان بڑے ارمانوں سے خریدا تھا مگر اسے یہاں رہنا اور بسنا نصیب نہیں ہوا۔ اس کی بیوی کو سامنے واقع قبرستان سے بڑا خوف آتا تھا۔ شوہر تو دن میں ڈیوٹی پر چلا جاتا تھا اور وہ اور اس کا چار سالہ بیٹا پورا دن تنہا رہتے تھے۔ اسے یہ مکان شروع سے ہی پسند نہیں آیا تھا۔ وہ بضد تھی کہ اسے بیچ کر کہیں اور شفٹ ہوا جائے۔ انسپکٹر اسے بارہا سمجھا چکا تھا کہ مکان بیچنا اور دوسرا مکان خریدنا اتنی جلدی ناممکن ہے مگر وہ بڑی جذباتی اور ضدی عورت تھی۔

آئے دن ان میاں بیوی میں جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔ ایک دن صبح صبح ان دونوں میں تکرار شروع ہو گئی۔ تکرار نے کچھ ہی دیر میں جھگڑے کی صورت اختیار کر لی۔ انسپکٹر ریاض کو اچانک غصہ آ گیا اور اس نے ایک ہاتھ اپنی بیوی کو جڑ دیا اور خود ڈیوٹی پر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر تک تو روتی رہی پھر جذبات اور غصے میں اندھی ہو گئی۔ اس نے اپنے چار سالہ معصوم بیٹے کو گلا دبا کر مار ڈالا اور خود کو اسی کمرے میں جہاں ہم بیٹھے ہوئے ہیں، چھت کے پنکھے سے لٹکر خودکشی کر لی۔

ادھر انسپکٹر ریاض کا کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ ایک عجیب سی بے کلی اور بے چینی اس پر سوار تھی۔ وہ صبح اپنی بیوی سے لڑ جھگڑ کر نکل تو آیا تھا مگر وہ اپنی بیوی کی حد سے بڑھی ہوئی جذباتیت سے ڈرتا تھا۔ اس نے جلدی چھٹی لی اور گھر آ گیا۔ گھر کا بیرونی دروازہ کھلا دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا۔ گھر میں داخل ہو کر اس نے اپنی بیوی اور بچے کو آوازیں دیں اور انہیں تلاش کرنے لگا۔ وہاں کوئی زندہ ہوتا تو جواب دیتا۔ اس نے سیڑھیوں پر پڑی ہوئی اپنے بچے کی لاش اور اس کمرے میں پنکھے سے لٹکی ہوئی اپنی بیوی کی لاش دیکھی تو تڑپ کر رہ گیا۔ یہ سب دیکھنا اس کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ نیچے اترا، کمرے میں گیا اور اپنی سرکاری پستول سے خود کو ختم کر لیا۔ یوں بیک وقت اس دن یہاں سے تین جنازے اٹھے۔

کہتے ہیں جو لوگ اس طرح غیر طبعی انداز میں مرتے ہیں ان کی روحیں اس دنیا میں بھٹکتی رہتی ہیں اور وہ ایک عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔‘‘ یہ واقعات سنا کر وہ شخص خاموش ہو گیا۔

’’لیکن یہ سب میرے ساتھ ہی کیوں پیش آیا حالانکہ یہ ایک آباد علاقہ ہے۔‘‘

’’ہو سکتا ہے ان روحوں نے دوسروں کو بھی یہ سب بتانے کی کوشش کی ہو اور وہ خوف زدہ ہو گئے ہوں یا انہوں نے سنا ہی نہ ہو۔ آپ ایک نڈر اور دلیر انسان ہیں، حافظ قرآن ہیں۔ آپ ان روحوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں۔‘‘

www.urdupalace.com

جیسے ہی اس شخص نے یہ جملے ادا کیے، میں بری طرح چونک گیا۔ اسے کیسے پتا چلا کہ میں حافظ قرآن ہوں۔ میری ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر دوڑ گئی۔ اچانک وہ کھڑا ہو گیا اور کہا۔

"آیئے میں آپ کو باہر تک چھوڑ دوں۔ میں جیسے کسی ٹرانس میں آیا ہوا اس کے پیچھے پیچھے زینے اترنے لگا۔ پیتل کا دیا ابھی تک میرے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ برآمدے میں پہنچ کر وہ رک گیا۔ مکان کا بیرونی دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔ میں تیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔ میں نے لمحے بھر کے لیے پلٹ کر دیکھا، وہاں کوئی نہیں تھا۔

یہ دیکھتے ہی میرے منہ سے ہذیانی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ میں رکے بغیر مسلسل بھاگ رہا تھا۔ اس وقت مجھے اپنے جسم سے آگ سی نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بدروحیں میرے پیچھے بھاگ رہی ہیں۔

مجھے نہیں معلوم میں کتنی دیر بھاگتا رہا اور کن راستوں سے گزر کر گھر پہنچا۔ اس وقت میری حالت بہت ابتر تھی۔ میرے حواس گم تھے۔ میں نے دروازہ زور سے بجایا تو نعمان نے دروازہ کھولا۔ نعمان میری حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا اور اسے دیکھ کر میری جان میں جان آ گئی تھی لیکن میری ہمت اب جواب دے گئی تھی۔ میرا ذہن جیسے تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا۔ آنکھ کھلی تو میں اسپتال میں تھا جہاں تمام وقت ڈاکٹر مجھے یہ یقین دلاتے رہے کہ وہ سب میرا وہم تھا اور انسانی ذہن کی کارستانی تھی۔ میں نے بھی اسے اپنا وہم سمجھ کر بھلانے کی سرتوڑ کوشش کی۔ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ اسپتال سے چھٹی کے بعد میں گھر پہنچا تو دوسرے دن امی نے میری وہ پینٹ جو میں نے اس واقعے کے روز پہنی ہوئی تھی دکھاتے ہوئے پوچھا تھا کہ اس کا پائنچہ کیسے پھٹا تھا اور پینٹ کی جیب سے یہ پیتل کا دیا بھی ملا ہے۔ یہ ایسے ٹھوس ثبوت تھے جو یہ ظاہر کر رہے تھے کہ میرے ساتھ پیش آنے والے واقعات حقیقت تھے، کوئی واہمہ یا ذہنی اختراع نہیں تھے۔"

"لیکن سفیان بھائی مالک مکان کے گھر کے برابر میں تو ایک خالی پلاٹ ہے، پلاٹ کے ساتھ جو مکان ہے ہم اسے خریدنا چاہتے تھے۔" نعمان بے چینی سے بولا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہاں کوئی خالی قطعہ اراضی نہیں ہے۔ مالک مکان کے گھر کے برابر میں ہی وہ قدیم مکان موجود تھا۔ اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو کل صبح ہم تینوں وہاں چلیں گے۔ میں ایک بار پھر اس جگہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔" سفیان بھائی نے پرسوچ انداز میں کہا۔

☆......☆

دوسرے دن صبح سویرے ہم وہاں پہنچے تو مالک مکان کے گھر سے ملحق خالی قطعہ اراضی ہمارا منہ چڑا رہا تھا جہاں بقول سفیان بھائی کے وہ پراسرار مکان اس رات انہوں نے دیکھا تھا۔

بعد میں وہاں رہنے والے بزرگوں کے ذریعے ہمیں پتا چلا تھا کہ اس قطعہ اراضی پر کسی زمانے میں ایک مکان ہوا کرتا تھا جو آسیب زدہ مشہور تھا۔ اس مکان کا کوئی والی وارث نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ وہ مکان کھنڈر کی صورت اختیار کر گیا تھا بعد میں آس پاس کے رہنے والے اینٹیں وغیرہ بھی اٹھا کر لے گئے۔ اب وہ قطعہ اراضی خالی پڑا تھا۔

کچھ عرصے بعد میں بھی کراچی کو خیرباد کہہ کر اپنے گاؤں واپس آ گیا تھا۔ سفیان بھائی بیرون ملک چلے گئے تھے۔ بعد میں انہوں نے اپنے بھائی اور امی کو بھی اپنے پاس بلا لیا تھا۔ کافی عرصہ میرا ان سے رابطہ رہا پھر رفتہ رفتہ ہم اپنی مصروف زندگی میں کھوتے چلے گئے اور رابطہ برقرار نہ رہ سکا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ سفیان بھائی جب بھی یہ کہانی پڑھیں گے اس کی تصدیق ضرور کریں گے کیونکہ اس کہانی کا ایک ایک لفظ سچ ہے اور اس کا ثبوت وہ پیتل کا دیا ہے جو سفیان بھائی کے پاس اب بھی محفوظ ہے۔

☆☆☆

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com